صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآنِ کریم

از: مولانا ابوعبید الرحمن عارف محمود
استاذ جامعہ فاروقیہ، کراچی

حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین ایسی مقدس شخصیات ہیں، جنھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین پر نہ صرف ایمان لایا؛ بلکہ قرآن کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلوں کا عملی طور سے مشاہدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلے دین کو سیکھا اور پھیلایا۔

یہی وہ مبارک اور پاک باز جماعت ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور مصاحبت کے لیے چنا اور منتخب فرمایا؛ چناں چہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد اور معیارِ ایمان ہیں؛ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک اور پاکیزہ زندگی کو سمجھنے، اور اس پر عمل کرنے کے لیے اگر کسی کی زندگی معیار ہے تو وہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک و مقدس جماعت ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جس نے براہ راست مشکوٰۃِ نبوّت سے استفادہ کیا؛ چناں چہ جو فیض انھوں نے پایا اور ایمان کی جو کیفّیت وحلاوت ان کو حاصل ہوئی، وہ بعد والوں کو میسر نہ آئی، اسی وجہ سے اللہ ربّ العزت نے قرآن پاک میں اگر کسی نبی کے ساتھیوں کی سب کے سب کی تعریف بیان کی ہے تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ کی جماعت ہے، اللہ ربّ العزت نے صحابۂ کرامؓ کی پوری جماعت کو رضامندی کی سند عنایت فرمادی۔

عدالتِ صحابہؓ

قرنِ اوّل سے آج تک امّتِ مسلمہ اہلِ السنہ والجماعہ کا یہ اتفاقی واجماعی عقیدہ رہا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ومعتبر ہیں، اور ان کا اجماع امتِ مسلمہ کے لیے حجت ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ اور مبارک جماعت عاداتِ کریمہ، خصائلِ حمیدہ، شمائلِ فاضلہ، اخلاقِ عظیمہ، اور شریعت کے تمام مسائل و دلائل، حقائق و آداب کے بارے میں علماً اور عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ نبوت کی آئینہ دار اور مظہرِ اتم ہے، انھی پاک باز نفوس کی اتباع امتِ مسلمہ کو ضلالت و گمراہی سے بچا سکتی ہے۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ ان مردانِ خدا کی تاریخ ہے کہ جب ان کے پاس اسلام کی دعوت پہنچی تو انھوں نے اس کو دل و جان سے قبول کیا اور اس کے تقاضوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ''رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا'' (سورۃ آل عمران، آیۃ: ۱۹۳) اور اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا؛ چنانچہ ان کے لیے اللہ کے راستے کی مشقتیں معمولی اور جان و مال کی قربانی آسان ہوگئی؛ حتیٰ کہ اس پر ان کا یقین اور پختہ ہوگیا اور بالآخر دل و دماغ پر چھا گیا، غیب پر ایمان، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اہل ایمان پر شفقت، کفار پر شدت نیز آخرت کو دنیا پر، ادھار کو نقد پر، غیب کو شہود پر اور ہدایت کو جہالت پر ترجیح اور ہدایتِ عامہ کے بے پناہ شوق کے عجیب و غریب واقعات رونما ہونے لگے۔

اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانے، مذاہب کے ظُلم و جَور سے اسلام کی عدل گُستری میں پہنچانے، دنیا کی تنگیوں سے آخرت کی وسعتوں میں لے جانے اور دنیوی مال و متاع اور زیب و زینت سے بے پرواہ ہوجانے، اللہ سے ملنے اور جنت میں داخل ہونے کے شوق کے محیّر العقول واقعات سامنے آنے لگے، انھوں نے اسلام کی نعمت کو ٹھکانے لگانے، اس کی برکتوں کو اقصائے عالم میں عام کرنے اور چپّے چپّے کی خاک چھاننے کے بے پایاں جذبات میں بلند ہمتی و دقیقہ رسی کے باعث، اپنے گھر بار کو چھوڑا، راحت و آرام کو خیرباد کہا اور اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا؛ حتیٰ کہ دین کی بنیادیں قائم ہوگئیں، دل اللہ کی طرف مائل ہوگئے اور ایمان کے ایسے مبارک، جاں فزا اور طاقت ور جھونکے چلے جس سے توحید و ایمان اور عبادات و تقویٰ کی سلطنت قائم ہوگئی، جنت کا بازار گرم ہوگیا، دنیا میں ہدایت عام ہوگئی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے''۔

عظمتِ صحابہؓ اور قرآن

یہاں بطور نمونہ کے چند آیات اور ان کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں؛ تاکہ ایک عام مسلمان قاری

اس کا اندازہ لگا سکے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کیا فضل وکمال حاصل تھا۔

(۱) ''مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (سورۃ الفتح، آیۃ:۲۹)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں، تم انھیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، اُن کی علامتیں سجدے کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ہیں اُن کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں، اور انجیل میں اُن کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشت کار اس سے خوش ہوتے ہیں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ ان (کی ترقی) سے کافروں کے دل جلائے، یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور انھوں نے نیک عمل کئے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن، ۳/۱۵۷۵)

(۲) ''إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ (سورۃ الانفال، آیۃ:۷۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انھوں نے ہجرت کی ہے، اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے، وہ اور جنھوں نے ان کو (مدینہ میں) آباد کیا، اور ان کی مدد کی، یہ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی (وارث) ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن، ۱/۵۵۰)

(۳) ''وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ'' (سورۃ آل عمران، آیۃ:۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے جو تم پر انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے

تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اللہ نے تمھیں اس سے نجات عطا فرمائی، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے؛ تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ (آسان ترجمہ قرآن، ۱/ ۲۱۲)

(۴) ''هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ''

(سورۃ الانفال، آیۃ: ۶۳)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنی مدد کے ذریعے اور مؤمنوں کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے، اور اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کردی، اگر تم زمین بھر کی ساری دولت بھی خرچ کر لیتے تو ان کے دلوں میں یہ الفت پیدا نہ کرسکتے؛ لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا، وہ یقیناً اقتدار کا مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (آسان ترجمۂ قرآن، ۱/ ۵۴۶)

مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ

قرآن کریم میں اس مضمون کی اور بھی بہت ساری آیات موجود ہیں؛ لیکن جو آیات ہم نے ذکر کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل ایمان میں اُخوّت و برادری کا تعلق ہوتا ہے، ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوطی سے تھامے رکھنی چاہیے؛ کیونکہ اللہ نے ہی دیرینہ دشمنیوں کو محبت والفت میں بدل دیا اور اب ایمان والوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا، یہی وہ ایمان والے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید اور مدد ونصرت فرمائی، ان کے دلوں میں الفت وشفقت ڈال دی، پھر بتلایا کہ اہل ایمان کی وہ اولین جماعت جو مہاجرین اور انصار ہیں، مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں، مہاجرین کو ٹھکانہ فراہم کرنے والے اور ان کی نصرت وامداد کرنے والے ہیں، ایک دوسرے کے دوست اور امین، معاون ومددگار ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں رہنے والے مقدس اور پاک باز لوگوں کی جماعت ہے، کفار کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان، نرم دل اور شیر وشکر ہیں۔

عبادت خداوندی میں مصروف رہتے ہیں، اپنے رب کی رضا کو چاہنے والے ہیں، ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار وانوار ان کے مبارک چہروں سے ظاہر وتاباں ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ صفات صرف قرآن کریم ہی میں نہیں؛ بلکہ اس سے پہلے کی کتابوں، تورات، انجیل، میں بھی مذکور چلی آرہی ہیں۔

صحابۂ کرامؓ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے تدریجاً ارتقاء عطا فرمایا، اسی طرح تدریجاً دینِ اسلام اور اہلِ ایمان کا غلبہ اور ارتقاء ہوگا، ان کی ترقی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے باعث خوشی ہے اور کفار کے لیے باعث عداوت ہے، اللہ نے ان صحابہؓ سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ رب العزت نے یہ بھی بتلایا کہ صحابہؓ کی جماعت کو معتدل جماعت بنایا ہے، یہ لوگوں پر گواہ ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر گواہ ہوں گے، یہ صحابہؓ وہ لوگ ہیں جو اُس نبی کی اتباع و پیروی کرتے ہیں جس کی صفات تورات وانجیل میں مذکور ہوئی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا، آپ کی رفاقت اختیار کی، مدد و نصرت کی اور آپ پر اترے ہوئے قرآن کریم کی اتباع کی، وہی لوگ (صحابۂ کرام) اپنی مراد کو پہنچنے والے اور فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے ساتھی مہاجرین وانصار پر جو ان کے ساتھ مشکل وقت میں ساتھ رہے، وہ ایمان والے جنہوں نے درخت کے نیچے اللہ کے نبی کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ ان سے راضی ہوا، ان پر سکینہ نازل فرمایا، اور صحابہؓ میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے، ان کی مدد کرنے والے انصار، ان کے پیروکار، ان سب سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے اور یہی صحابہؓ کامیابی کو پانے والے ہیں۔

اللہ نے قرآن پاک کو نازل فرمایا، اس سے خوف خدا رکھنے والے صحابۂ کرامؓ کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں، ان کی کھال اور دل اللہ کے ذکر سے نرم ہوجاتے ہیں، اللہ کی آیات پر ایمان لانے والے صحابہؓ جب ان آیات کو سنتے ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور اس پاک ذات کو یاد کرتے ہیں، ان کے پہلو اپنے خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں، یہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور اس کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں، لہٰذا ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے جو کچھ اللہ نے چھپا رکھا ہے وہ کسی نفس کو معلوم نہیں، اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا بھی۔

اور یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، بڑے گناہوں اور بے حیائی سے اجتناب کرتے ہیں، غصہ آجائے تو معاف کرتے ہیں، اپنے رب کے حکم کو انہوں نے مان لیا ہے اور نماز کو قائم کیا ہے، ان کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں، ان اہل ایمان

صحابہؓ میں سے کتنے ہی وہ مرد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا اور اپنی ذمہ داری پوری کردی اور کتنے ہی ایسے ہیں جو انتظار میں ہیں، اوران میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں آئی، اللہ تعالیٰ سچوں کو بدلہ دے گا اور منافقین کو چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے، اللہ تعالیٰ بخشنے والے اورمہربان ہیں، کیا وہ جو رات کی گھڑیوں میں بندگی میں لگا ہوا ہے سجدے کرتا ہے، قیام کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے، اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، تو کیا سمجھ رکھنے والے اور ناسمجھ برابر ہوتے ہیں، ہرگز نہیں۔

ایمان اور دیگر ایمانی صفات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، انفاق فی سبیل اللہ، اور اخلاص نیت وغیرہ پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ کاربند اور عمل پیرا رہے اور باہمی الفت ومحبت، شفقت ورحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل دائمی رہا؛ کیونکہ اللہ نے ان پر پرہیزگاری کی بات کو لازم کررد یا تھا اور وہ اس کے حق دار اور اہل بھی تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

انھیں اوصافِ کریمہ اور خصالِ حمیدہ کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”من كان مُستنًّا فليَستنَّ بِمَن قد مَاتَ ؛ فإنَّ الحَيَّ لا تُؤمَنُ عليها الفتنة، أولئك أصحابُ محمَّد صَلَّى الله عليه وسلمَ كانوا أفضلَ هذه الأمَّة، أبرَّهَا قلوبًا وأعمقَها علمًا وأقلَّها تكلّفًا، اختارهُمُ اللهُ لصحبةِ نبيهِ ولإقامةِ دينهِ فاعرِفُوا لهم فضْلَهمْ و اتبعوهم على آثارهِم وتَمَسَّكوا بمااستطعتُم من أخلاقِهم و سِيَرِهم فإنَّهم كانوا على الهدى المستقيمِ“ (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر، رقم: ۱۸۱۰، ۲/ ۱۳۴)

(مشکاۃ المصابیح، باب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: ۱۹۳، ۱/ ۱۱۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو اُن کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں، جو اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے، اُن کے قلوب پاک تھے، ان کا علم گہرا تھا، ان میں تکلف اور تصنع نہ تھا، اللہ جلّ شانہ نے انھیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لیے چنا تھا؛ اس لیے ان کی فضیلت اور برگزیدگی کو پہچانو، ان کے نقشِ قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے

اخلاق اوران کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو؛ اس لیے کہ وہی ہدایت کے راستے پر تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں پر پہلی دفعہ نگاہ ڈالی تو ان میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند فرمایا اور انھیں اپنا رسول بنا کر بھیجا اوران کو اپنا خاص علم عطا فرمایا، پھر دوبارہ لوگوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی اور آپ کے لیے صحابۂ کرام کو چنا اوران کو اپنے دین کا مددگار اوراپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا اٹھانے والا بنایا، لہٰذا جس چیز کو مؤمن (یعنی صحابۂ کرام) اچھا سمجھیں گے وہ چیز اللہ کے یہاں بھی اچھی ہوگی اور جس چیز کو بُرا سمجھیں گے، وہ چیز اللہ کے یہاں بھی بُری ہوگی (حلیۃ الاولیاء، رقم الترجمہ: ۸۴، الطفاوی الدوسی، ۱/۳۷۶)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت ابو اراکہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور داہنی طرف رخ کرکے بیٹھ گئے تو ایسا لگ رہا تھا کہ آپ بے چین اور غمگین ہیں، حتیٰ کہ جب سورج مسجد کی دیوار سے ایک نیزہ بلند ہوا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے ہاتھ کو پلٹ کر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا ہے، صبح کے وقت ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ رنگ زرد اور بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار آلود ہوتا تھا، ان کی پیشانی پر (سجدہ کا) اتنا بڑا نشان نمایا ہوتا تھا جتنا بڑا نشان بکری کے گھٹنے پر ہوتا ہے، ساری رات اللہ کے سامنے سجدہ کرتے اور کھڑے ہوکر قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزار دیتے تھے اور سجدہ اور قیام ہی میں راحت حاصل کرتے تھے، جب صبح ہوجاتی اور وہ اللہ کا ذکر کرتے تو ایسے جھومتے جیسے کہ تیز ہوا کے دن (یا بادِ صبا کے وقت) درخت جھومتا ہے اوراس طرح روتے کہ کپڑے گیلے ہوجاتے، خدا کی قسم (ان کے رونے سے یوں نظر آتا تھا کہ) گویا انہوں نے رات غفلت میں گزار دی ہو، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اوراس کے بعد کبھی آہستہ ہنستے ہوئے بھی نظر نہ آئے، یہاں تک کہ اللہ کے دشمن ابن ملجم فاسق نے آپ کو شہید کردیا۔ (حلیۃ الاولیاء، رقم الترجمہ: ۴، علی ابن ابی طالب، ۱/۷۶)

صحابہؓ کی صفات

قرآن وحدیث میں مذکور ان تمام صفات میں بے شک تمام کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہیں، خواہ مہاجرین ہوں یا انصار، مکہ کے رہنے والے ہوں یا مدینہ کے، قریشی ہوں یا کسی اور قبیلے کے، عربی ہوں یا عجمی، وہ تمام کے تمام باہمی خیر خواہی، ہمدردی، غم خواری اور خوش

خلقی میں بے نظیر و بے مثال تھے، زمانہ ان کی مثال لانے سے عاجز ہے، پھر ان سب میں خصوصاً خلفائے اربعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام امت میں بہترین اور افضل ترین لوگ ہیں، یہ لوگ آپس میں شیر وشکر تھے، ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہتے تھے، ان میں کسی طرح کا اختلاف وانتشار نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ ان میں باہمی رشتے بھی ہوئے، حضرات شیخین حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بابرکت دور میں امت مسلمہ متفق ومتحد تھی، اس مبارک دور میں امت میں دُور دُور تک کہیں بھی کسی طرح کے نظریاتی اختلاف کا وجود نہ تھا، پوری امت یک جان ودل کفر کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند مقابلہ کے لیے سینہ سپر تھی۔

نظریاتی اختلافات کی ابتدا

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ابتدائی زمانۂ خلافت بھی اختلافات سے محفوظ تھا؛ البتہ ان کے خلافت کے آخری زمانہ میں ابن سبا نامی ایک یہودی الاصل شخص نے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشنما نعرے کی آڑ میں امت میں اختلاف وافتراق اور انتشار کا بیج بویا، اسی نقطۂ نظر پر ایک مستقل اور اسلام کے متوازی مذہب کی بنیاد رکھی گئی، ابتدا میں بہت سادہ اور عام الفاظ میں یہ کہا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز وقریب ہیں، لہٰذا وہی جانشینی وخلافت کے زیادہ حقدار ومستحق ہیں؛ حالانکہ قرابت اور آلِ رسول کے لبادہ میں لپٹا ہوا یہ نعرہ جتنا سادہ اور خوشنما ہے، اتنا ہی یہ تعلیماتِ الٰہی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۳ سالہ مبارک زندگی اور آپ کے لائے ہوئے دین اور اس کے منشا کے بھی خلاف تھا؛ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسلی امتیاز اور خاندانی فخر وغرور کے تمام بتوں کو نہ صرف پاش پاش کردیا؛ بلکہ عزت وشرافت، بزرگی وبڑائی، سیادت وقیادت کا مدار تقویٰ کو قرار دیا۔

''الاتقیٰ'' کا مقام

قرآن کریم کا واضح اور ببانگ دہل یہ اعلان ہے کہ صفتِ تقویٰ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام جماعت صحابۂ کرام میں ممتاز وفائق اور سب کے سرتاج وسرخیل تھے، قرآن نے ''الاتقیٰ'' سب سے زیادہ متقی کا تاج انہی کے سر پر سجایا ہے، قرآن کی یہ کوئی من گھڑت اور تراشیدہ تفسیر نہیں؛ بلکہ خود سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب کوفہ کی جامع مسجد میں برسر منبر سوال کیا گیا کہ آپ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیوں بنایا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین کے کاموں میں سب سے اہم تر نماز ہے، حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو ہمارا امام نماز بنایا تھا؛ حالانکہ میں وہاں موجود تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری وہاں موجودگی کا علم بھی تھا؛ مگر اس کام کے لیے آپ نے مجھے یاد نہیں فرمایا؛ بلکہ حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، لہٰذا جس شخص کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کی امامت کے لیے منتخب فرمایا ہے، ہم نے دنیا کی امامت وقیادت کے لیے بھی اسی کو منتخب کرلیا ہے۔

جھوٹا پروپیگنڈہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان تعلیمات کے برعکس ابن سباء اور اس کے پیروکاروں نے تب سے آج تک عوام اور جاہل طبقہ میں بڑی شدّ ومد کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ کیا کہ خلافت صرف حضرت علی کا حق تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے العیاذ باللہ ان کے حق کو غصب کیا، ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا، خاندانِ نبوت پر بڑے بڑے مظالم ڈھائے، جو زبان وبیان سے بالاتر ہیں، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف تھا، وغیرہ وغیرہ، انھوں نے ان مبارک ہستیوں اور پاک باز نفوس کے درمیان کشیدگی اور رنجیدگی کے نہ جانے کتنی داستانیں گھڑلیں ہیں، اور انھیں حق وباطل کا معیار قرار دے کر بڑے زور شور سے بیان کرتے پھرتے ہیں؛ حالاں کہ یہ سب محض جھوٹ اور من گھڑت ہے، اس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

صحابہؓ کے آپس میں تعلقات

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم خاص طور سے اور باقی تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے خاندان نہ صرف باہم شیر وشکر تھے؛ بلکہ ہر ایک دوسرے کا غم خوار، غم گسار، ہمدرد، مہربان اور حقوق کو ادا کرنے والا تھا، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فریقین کی کتابوں میں سیکڑوں احادیث وروایات مروی ہیں، جن سے صحابۂ کرامؓ کی عمومی اور خلفائے ثلاثہ کی خصوصی فضیلت، منزلت و مرتبت اور بزرگی وتقویٰ کا اظہار ہوتا ہے، یہ بات صرف اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ہی ثابت نہیں؛ بلکہ اہل تشیع کی بنیادی اور معتبر کتابوں میں بھی ہیں، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جن کو وہ کبھی نہیں جھٹلا سکتے۔

جو چیز نص قرآنی اور سنت مشہورہ کے خلاف ہو وہ مردود ہے

حضرات صحابۂ کرام اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت ومنقبت، بزرگی وتقویٰ، قرآن

وسنت سے ثابت ہے؛ البتہ روایات اور تاریخی روایات میں ان حضرات کے درمیان مشاجرات کا شائبہ نظر آتا ہے، یہ لوگ ان کے درمیان تنازعات ورنجیدگی کے جو نقشے کھینچتے ہیں، نصوص قرآنیہ اور سنت مشہورہ کے مقابلہ میں ان کی چنداں حیثیت نہیں اور نہ ہی وہ قرآن وسنت کے معارض بن سکتی ہیں؛ اس لیے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کا اس بات پر اتفاق ہے اور یہ فریقین کے یہاں مسلّم ہے کہ جو روایت بھی نصِ قرآنی اور سنتِ مشہورہ مسلّمہ کے خلاف مروی ہو اور اس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو، یا تطبیق وموافقت کی کوئی صورت نہ بن سکتی ہو، تو وہ قابلِ تسلیم نہیں۔

جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ابن صباء کے پیروکار چونکہ جھوٹی روایات گھڑ گھڑ کر آلِ بیت کی طرف منسوب کرتے تھے، اسی وجہ سے ائمۂ اہل بیت نے اس بات پر خاص طور سے لوگوں کو متنبہ کیا کہ جو چیز بھی کتاب اللہ، سنتِ نبوی کے خلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کرکے مت قبول کرو، چنانچہ شیعوں کی معتبر کتاب □ میں حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

”فاتَّقُوا اللهَ وَلَا تَقبلُوا عَلَيْنَا مَا خَالفَ قولَ ربِّناتعالى وسَّنَةَ نبيِّنا مُحمَّدٍ — صلى اللهُ عليه وسلم —“ (تذکرہ مغیرہ بن سعید، ص:۱۴۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے خوف کرو؛ جو چیز کتاب اللہ اور سنت نبوی کے خلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کرکے مت قبول کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

”امالی شیخ صدوق“ میں حضرت جعفر صادق ومحمد باقر رحمہما اللہ کی سند سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”فَمَا وافَقَ كتَابَ اللهِ فخُذوهُ ومَا خَالفَ كتابَ الله فدَعُوهُ“

(مجلس: الثامن والخمسون، ص:۲۲۱)

ترجمہ: وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق ہو اسے قبول کرو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔

”احتجاج طبرسی“ میں حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطبۂ حجۃ الوداع کے سلسلے میں یہی بات نقل کی ہے:

”فإذَا أتَاكُم الحديثُ فاعْرِضُوه علىٰ كتابِ الله عزَّ وجلَّ و سُنَّتي، فمَا وافَقَ

كتابَ اللهِ و سنَّتي فخُذُوا به وما خَالفَ كتابَ الله و سنَّتي فلاتأخُذُوا به".

(احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی انواع شتّٰی ص:۲۲۹)

ترجمہ: امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو، جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہو اس کو قبول مت کرو۔

اہل السنہ والجماعہ کا مسلمہ قاعدہ

اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک تو یہ ایک مستقل قاعدہ اور مسلّمہ حقیقت ہے کہ نص قرآن اور سنت مشہورہ کے خلاف جو روایت پائی جائے تو وہ مردود ہے وہ ہرگز قابل التفات نہیں؛ چنانچہ حافظ المشرق علامہ خطیب بغدادی (المتوفی ۴۶۳ھ) الکفایۃ فی معرفۃ أصولِ علمِ الروایۃ میں لکھتے ہیں:

"عن أبي هريرة عن النَّبي صلَّى الله عليه وآله وسلم أنَّه قال: سَيَأْتِيكُمْ عنِّي أحاديثُ مختلفةٌ فَمَا جاءَكُمْ موافقًا لكتابِ الله وَسُنَّتي فهو منِّي وَ مَا جاءَكُمْ مُخالفًا لكتابِ الله تَعالى وَسُنَّتِيْ فَلَيْسَ منِّي"

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی، جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے معارض ہوں، وہ صحیح نہ ہوں گی۔ (بابٌ فِيْ وُجُوْبِ إِطْرَاحِ الـمُنْكَرِ وَالمستحيلِ مِنَ الْأَحَادِيْث، رقم الحدیث:۱۳۰۹، ۲/ ۵۵۲)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوالطفیل نے نقل کیا ہے:

"حدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ وَدَعُوْا مَا يُنكرُوْنَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكذَّبَ اللهُ وَ رَسُوْلُه"

لوگوں سے مشہور ومعروف چیزیں بیان کرو اور غیر معروف یعنی منکر باتیں عوام میں ذکر مت کرو، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی جائے؟۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الحفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فَقدْ زَجَر الإمامُ عليٌّ — رضي الله عنه — عَنْ رِوايةِ الــمُنكرِ ، و حَثَّ عَلى التَّحْدِيْثِ بِالْمَشْهُوْرِ، وَهٰذا أصلٌ كبيرٌ في الكفِّ عَنْ بَثِّ الأشْيَاءِ الوَاهِيَةِ و الْمُنكَرَةِ مِنَ الأحاديثِ فِي الفَضَائلِ و العَقَائدِ و الرّقائق“

(امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ۱ / ۱۳)

ترجمہ: ہمارے امام ومقتدیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں شاذ ومنکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور ومعروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سروپا روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شان دار قاعدہ بیان فرمایا ہے، یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں، یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں، سب کی خاطر یہ قانون قابلِ عظمت ہے۔

☆ ☆ ☆